Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 01, Issue 01, January-June 2022, PP: 19-32
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v1i01.1253
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

فقہ السیرۃ کی روشنی میں انتہا پسندی کے عوامل اور تدارک

The causes and preventions of extremism in the light Fiqh Al Sirah

Muhammad Tahir Akbar
Representative: Daily Baithak Multan

Abstract

Extremism is a wrong & inflexible behavior of an individual or nation. Leaving the path of moderation is also extremism. Extremists do not have the strength to tolerate opposing thinking, ideology & belief. People with such thoughts just want to convince their own ideas. Due to extremism, ethnicism, sectarianism & racism, there are so many problems in this world. Due to extremism, this world has been destroyed many times. In twentieth & twenty-first centuries, because of extremist ideologies of communism, capitalism & fascism, the peace & order of the whole world is in ruins.

Extremism grows in different areas for different reasons. One reason is the lack of proper justice system. When the influential criminals of the society do not get caught by the law & they escape from the clutches of the law by using various tactics, extremism arises in society. Other reasons include ignorance or lack of education, social exploitation, poverty, hunger & lack of interfaith harmony, corruption & social injustice.

The only solution to extremism, ethnicism, sectarianism & racism is to promote Islamic teachings. Islamic teachings include equality of human being & brotherhood, interfaith harmony, giving equal status to all prophets, gentleness & tolerance. It is fact that if extremism can be eradicated from this world, then this world can become like paradise.

Keywords

extremism, ethnicism, sectarianism, racism, Fiqh, Islamic teachings. Fiqh Al Sirah.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1. موضوع کا تعارف اور دائرہ کار

انتہا پسندی یا شدت پسندی سے مراد ایسا غیر لچکدار رویہ ہے جس کے نتیجہ میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو نہ سنا جائے، اختلاف رائے کا احترام ختم ہو جائے اور گفتگو و ڈائیلاگ کے ذریعے مسائل کا حل ممکن نہ ہو انتہا پسندی یا شدت پسندی کہلاتا ہے۔ انتہا پسندی کی ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ میانہ روی کو ترک کر دینا، کیونکہ انتہا پسند کوئی بھی ہو وہ چیزوں کو اپنے ہی انداز سے دیکھتا ہے، جس کی وجہ سے میانہ روی چھوڑ کر شدت پسندی اپنا لیتا ہے۔

انتہا پسند کسی دوسرے نظریہ اور کسی دوسری سوچ کو اہمیت نہیں دیتا اور صرف اپنے ہی نظریہ کو درست سمجھتا ہے۔ یہ کسی دوسرے کے عقیدہ، خیالات، نظریہ اور سوچ کو برداشت کر ہی نہیں سکتے بلکہ صرف اپنے عقیدے، نظریہ اور خیالات کو ہی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انتہا پسند معاشرے ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور جلد ان کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ انتہا پسندی کی وجہ سے یہ دنیا کئی مرتبہ عالمی جنگوں میں مبتلا ہو کر تباہی و بربادی کا شکار ہوئی۔ صرف بیسویں صدی تاحال فسطائیت، سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے شدت پسندانہ نظریات اور جنون کی وجہ سے پوری دنیا دو عالمی جنگوں اور بعد ازاں سرد جنگ کا شکار رہی اور آج تک پوری دنیا کا امن و امان تہہ و بالا ہے۔

2. انتہا پسندی (شدت پسندی) کی اقسام

انتہا پسندی یا شدت پسندی کی کئی اقسام ہیں جن میں چار بڑی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

1. انفرادی انتہا پسندی
2. قومی انتہا پسندی
3. نظریاتی انتہا پسندی
4. مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی

انفرادی انتہا پسندی! ذاتی انتقام، کسی چیز کے لالچ، خوف یا ذہنی بیماری کی وجہ سے ہو سکتی ہے، کوئی بھی انسان ان وجوہات کی وجہ سے تشدد کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ قومی انتہا پسندی سے مراد اپنی قوم، قبیلہ اور حسب نسب کو دوسروں سے بلند سمجھنا، دوسرے انسانوں کو اپنی قوم یا قبیلہ سے کم تر تصور کرنا ہے اور تمام انسانوں کو یکساں تصور نہ کرنا ہے، اس کی واضح مثالیں ہندوستان میں ذات پات کا نظام اور ہٹلر و مسولینی کی ہے جنہوں نے اپنے ہم وطنوں کو بلند و برتر ثابت کرنے کے لیے پوری دنیا سے جنگ کی اور لاکھوں افراد لقمہ اجل بنے۔ کیمونزم یا سوشلزم نظریاتی انتہا پسندی کی واضح مثال ہے جس میں روس میں اپنے ہی ہزاروں ہم

وطنوں کو نظریاتی اختلاف کی بنا پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ دنیا میں مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی کی بھی کثرت سے پائی جاتی ہے جیسے ہندوستان میں مذہبی انتہا پسند نعرہ لگاتے ہیں کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے اور وہ کسی دوسرے مذہب کو برداشت نہیں کرتے، اسی طرح یہودی، غیر یہودیوں کو نچلے درجے کا انسان سمجھتے ہیں۔ دنیا میں کئی جگہوں پر مسلمانوں پر صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اس طرح دنیا کے مختلف مذاہب کے لوگ اپنے فروعی یا مسلکی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ مسلکی اختلافات دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں پایا جاتا ہے اور اکثر شدت اختیار کر جاتا ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

الغلو فی الدین: الا فراط فیه کما افرطت الیهود فی موسیٰ و النصاری فی عیسیٰ۔[1]

دین میں غلو کا مطلب ہے کہ انسان افراط و تفریط کا ایسے شکار ہو جائے جیسے یہود و نصاریٰ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کے متعلق ہو گئے تھے۔

اس کا مطلب ایسی شدت پسندی اختیار کرنا ہے جسے اچھے معاشروں میں بہتر نہیں سمجھا جاتا۔ ہر اچھے معاشرے میں میانہ روی کو بہتر سمجھا جاتا ہے اور انتہا پسندی کو برا تصور کیا جاتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام نظریات کی پرکھ کی جائے اور غور و فکر کیا جائے تو اسلام ایک ایسا نظریہ اور دین ہے جو کسی انسان کی شخصیت کی تعمیر اور معاشرے کی تخلیق میں خاص کردار ادا کرتا ہے۔

2.1 انتہا پسندی کے اسباب

1. شدت پسندی اور انتہا پسندی کی سب سے بڑی وجہ عالمی اور علاقائی طاقتوں کی کشمکش ہے۔ طاقتور قوتیں، کمزور لوگوں کو دبانے اور ان پر حکمرانی کرنے کے لیے اپنے نظریات کا پروپیگنڈہ کرتی ہیں اور عوام الناس کو ان کا پابند بناتی ہیں۔ بیسویں صدی تا حال پوری دنیا اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام اور فسطائیت کی کشمکش، شدت اور جنون کا شکار ہو کر دو عالمی جنگوں، سرد جنگ اور بہت سے مسائل کا شکار ہوئی۔ اس دنیا کا امن و امان تباہ ہوا اور تا حال مختلف مسائل کا شکار ہے۔
2. انتہا پسندی مختلف علاقوں میں مختلف وجوہ کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے لیکن اس کی ایک بڑی وجہ عدل و انصاف کے درست نظام کا نہ ہونا ہے۔ جب معاشرے کے بااثر جرائم پیشہ افراد قانون کی گرفت میں نہیں آتے اور وہ مختلف طریقے اور تاخیری حربے استعمال کر کے قانون کی گرفت سے بچ جاتے ہیں تو اس سے تمام انسانوں کے برابر ہونے کا نظریہ دم توڑ جاتا ہے۔ یوں شدت پسندی اور مختلف قسم کے تعصبات جنم لیتے ہیں اور بہت سے لوگ معاشرے کے پر اثر طبقہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تاکہ انہیں ایسا مقام حاصل ہو جائے جو معاشرے کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔
3. انتہا پسندی کی ایک بڑی وجہ جہالت یا تعلیم کی کمی ہے۔ صرف تعلیم ہی انسان کو شعور دیتی ہے اور انسان کو انسان بناتی

ہے۔ انسان کو علم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان برابر ہیں۔ زندگی اور خدمت کے فلسفہ کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ تعلیم یافتہ شخص جھوٹے پروپیگنڈہ اور افواہوں کا شکار نہیں ہوتا، یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شدت پسندی کو کم کرنے کے لیے تعلیم کا عام کرنا ضروری ہے۔

4. انتہا پسندی کی ایک بڑی وجہ معاشرتی عدم استحکام اور استحصال کی وجہ سے پیدا ہونے والی غربت، بھوک، افلاس اور یکساں مواقع دستیاب نہ ہونا ہے جس کی وجہ سے لوگ جنونیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

5. انتہا پسندی کی ایک بڑی وجہ بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی نہ ہونا اور مذہبی یا مسلکی جنونیت کا پھیل جانا ہے۔ ترقی پذیر یا غریب ممالک میں شدت پسندی اور انتہا پسندی زیادہ آسانی سے پھیل جاتی ہے کیونکہ جہالت کی وجہ سے لوگوں کے خیالات و جذبات سے کھیلنا آسان ہو جاتا ہے۔ لوگ جذباتی نعروں پر نہایت آسانی سے یقین کر لیتے ہیں اور اپنے لیڈران کی ہر بات کو نہایت اہمیت دیتے ہیں اور انہیں سچ مانتے ہیں۔ یوں معاشرہ آہستہ آہستہ اعتدال اور میانہ روی سے ہٹ کر جذبات اور انتہا پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔ انتہا پسندی کے دیگر اسباب درج ذیل ہیں۔

- شکوک و شبہات اور ابہامات کا فروغ۔
- تعمیری سوچ کا فقدان۔
- فارغ البالی اور مصروفیت کا نہ ہونا۔
- ذاتی حرص اور سیاسی تنگ نظری۔
- علاقائی احساس محرومی اور متعصبانہ فروغ۔
- بدعنوانی اور سماجی ناانصافی۔
- قومی لیڈر شپ کا فقدان۔

2.2 انتہا پسندی تاریخی اور عالمی تناظر میں

اگر ہم تاریخی اعتبار سے انتہا پسندی کا جائزہ لیں تو علم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معلوم تاریخ انسانی میں شدت پسندی اور انتہا پسندی کا سراغ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ملتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپ علیہ السلام نے نہایت حکمت و بصیرت، نہایت نرمی نہایت اخلاص اور دلائل کے ساتھ اپنی قوم کو تبلیغ دی لیکن وہ قوم شدت پسندی اور انتہا پسندی میں اس قدر اندھی ہو چکی تھی کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور شفیق پیغمبر کی تعلیمات کو جھٹلایا اور ان کے دلوں سے وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جو پانچ بت تھے، ان کی محبت اور شرک نہ نکل

سکا۔ حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو چند سال یا چند دہائیاں نہیں بلکہ قریباً ساڑھے نو سو سال تبلیغ دی۔ قرآن کریم میں اس شدت پسند و انتہا پسند قوم کو اندھی قوم کہا گیا ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَاَنجَينٰهُ وَالذّينَ مَعَه فِي الفُلكِ وَاَغرَقنَاالذينَ كَذَّبُو بِاٰيٰتِنا، اِنَّهُم كَانُو قَوماً عَمينْ۔[2]

پس لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے انہیں (نوح علیہ السلام کو) اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے کو نجات دی اور ہم نے انہیں ڈبو دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، بے شک وہ اندھی قوم تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بردباری، نرمی اور ثابت قدمی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ایک طویل عرصہ مسلسل تبلیغ کرنے اور کافروں کے طعنے اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود وہ نہایت حکمت و بصیرت سے تبلیغ دین کا کام کرتے رہے۔ اس ضمن میں ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ ہوئی، نہ ہی وہ تھکے اور نہ ہی انہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی بلکہ وہ کفر کرنے والوں کے لیے غم گین رہتے جس کی گواہی قرآن پاک میں دی گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود ہی انہیں بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ اب مزید لوگ ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا آپ غم نہ کریں۔ اس حوالہ سے قرآن کریم میں ہے!

وَاُوحِيَ اَلىٰ نُوحٍ اَنَّه لَنْ يُّومِنَ مِنْ قَومِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُو يَفْعَلُونَ۔[3]

اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم کے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ دیگر لوگ ایمان نہیں لائیں گے سو جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان پر غم نہ کریں۔

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں شدت پسندی اور انتہا پسندی نہ ہو، امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا کے ترقی یافتہ علاقوں میں بھی یہ مرض موجود ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت نائن الیون کے بعد امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں اور داڑھی والے سکھوں سے ہونے والا سلوک تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور امریکہ کے اتحادی اس قدر شدت پسند اور انتہا پسند واقع ہوئے کہ اکثر مقامات پر مسلمانوں کا زندگی گزارنا مشکل ہو گیا، یہاں تک کہ ان ممالک میں جانے والے مسلمان ائیر پورٹس پر نہایت ذلت کا شکار ہوتے رہے۔ البتہ جہاں جہاں علم اور عدل و انصاف موجود ہے وہاں شدت پسندی اور انتہا پسندی بھی کم ہے کیونکہ شدت پسندی کا براہ راست تعلق جہالت اور عدل و انصاف نہ ہونے سے ہے۔

عرب قوم صحرا میں ہونے والی ایسی جاہل اور بدو قوم تھی جس کی اصلاح ناممکن سمجھی جاتی تھی، یہاں تک کہ عرب کی ایک جانب موجود فارس، دوسری جانب روم اور تیسری جانب حبشہ کی حکومتوں نے انہیں کبھی اہمیت نہ دی اور انہیں وحشی قبائل ہی سمجھا لیکن جب اس وحشی اور طرح طرح کی جہالت اور بداعمالیوں میں مبتلا اس قوم کو رسول اللہ ﷺ نے علم و تربیت سے نوازا تو اسی قوم نے دنیا کے تین براعظموں میں علم و حکمت اور عدل و انصاف کی شمع جلائی جو ہر طرح کی شدت پسندی سے پاک تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی تربیت اس نہج پر فرمائی کہ وہ ہر طرح کی شدت پسندی کو چھوڑ کر بھائی بھائی بن گئے اور قرآنی تعلیمات کی بدولت پوری دنیا میں معزز ہو گئے۔

3. اسلامی تعلیمات سے انتہا پسندی کا حل

اسلام امن و سلامتی والا مذہب ہے جس میں شدت پسندی نہیں ہے۔ اسلام دہشت گردی، فتنہ و فساد، قتل و غارت اور فساد فی الارض کی کسی صورت تائید نہیں کرتا۔ اس کی بجائے اسلام افہام و تفہیم، بین المذاہب ہم آہنگی، دوسرے کی رائے کا احترام اور امن و سلامتی کی اشاعت کرتا ہے۔ اسلام کا لفظی مطلب ہی سلامتی ہے۔ دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کے لیے دہشت گردوں اور فسادیوں کے خلاف اقدامات کرنے کا حکم بھی اسلام دیتا ہے تاکہ دنیا میں قیام امن ممکن ہو سکے۔ اس طرح اسلام اپنے پیروکاروں کو نہ صرف اخلاقی تربیت کا حکم دیتا ہے بلکہ ان کی جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کرتا ہے۔ اگر ہم مقررہ اوقات اور مہینوں میں نماز، روزہ، حج، زکواۃ، جمعہ، عیدین وغیرہ کے احکامات کا جائزہ لیں تو علم ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف روحانی و اخلاقی تربیت بلکہ جسمانی تربیت کا بھی اہتمام کرتا ہے جس کا مقصد اسلام کے پیروکاروں میں ایسے خصائص کا پیدا کرنا ہے جو دنیا میں قیام امن کے لیے مطلوب ہیں۔

حضرت ابراہم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو آباد کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلی دعا یہ فرمائی تھی کہ پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے۔ ترقی اور عروج کی پہلی سیڑھی یہی ہے۔ اس کے بغیر ترقی کے لیے اگلا قدم اٹھانا محال ہے۔ اس کے لیے زبانی جمع خرچ کی بجائے عملی اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں اور گروہوں سے کیے گئے وعدوں کو ایفاء کرنا ہوتا ہے۔ قانون کو بالادست بنا کر اس کی بالادستی کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ مجرموں کو سزا کے کٹہرے میں کھڑا کرنا ہوتا ہے۔ بے انصافی اور ظلم کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے۔ ادنیٰ و اعلیٰ اور امیر و غریب میں فرق مٹانا ہوتا ہے۔ سب کے ساتھ مساوی سلوک کرنا ہوتا ہے۔ وعدہ خلافیاں اور امتیازی رویے، نفرتوں اور کدورتوں کو جنم دیتے ہیں۔ پھر یہی نفرتیں اور کدورتیں دہشت گردی کا روپ دھار لیتی ہیں۔ جب ہم یہ سب کام کرنے کے لیے تیار ہوں گے اور سنجیدگی سے اس پر پیش رفت ہو گی تو دہشت گردی اور بدامنی کے منحوس سائے بھی چھٹنے شروع ہو جائیں گے اور حقیقی امن و امان کی شاہراہ صاف ہو جائے گی۔

3.1 وحدت نسل انسانی کی تعلیم سے شدت پسندی کا حل

دنیا کا ہر انسان صاحبزادہ انبیاء و رسل ہے... قرآن کریم تمام انسانوں کو ہی یا بنی آدم اور یا بنی نوح کہہ کر مخاطب کرتا ہے یوں دنیا کے ہر انسان کو بہت سے انبیاء کی اولاد میں سے ہونے کا شرف یاد دلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِه، هُوَ اِجتَبٰكمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ اَبيكُمْ اِبراهيْم، هُوَسَمّٰكُم المُسْلِمينَ، مِنْ قَبلُ وَ فِي هٰذا لِيَكُونُ الرَّسولُ شَهيدا عَليكُم وَتكوُنو

شُهَداَء عَلَى النَّاسِ۔[4]

اللہ کی راہ میں جہاد (سعی و کوشش) کرو جیسا کہ جہاد (سعی و کوشش) کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں اپنے کاموں کے لئے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر، اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

عَنْ جُبیرِبن مطعِمؓ، اَنَّ رَسُول اللّٰہِﷺ، قَالَ لَیْسَ مِنّا مَنْ دَعَا اَلَی عَصَبِیَۃٍ، وَلیسَ مِنّا مَنْ قَاتَلَ عَلی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ مِنّا مَنْ مَاتَ عَلَی عَصَبِیَّۃٍ۔[5]

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی لڑے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب کا تصور لیے ہوئے مرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

یَا اَیُّھاَ النَّاس اَنَّا خَلَقْنَا کُمْ مَنْ ذَکَرٍ وَاُنْثیٰ وَجَعَلْناَ کُم شُعوباً وَ قَبَائِلُ لِتَعارِفُو اَنْ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔[6]

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبر دار ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

یا اَیُّھا النَّاس اَلا اِنَّ رَبَّکُم واحِد وَاِنَّ اَباکُم واحِد اَلا لاَفَضْلَ لِعَربِی علیَ اَعَجمِیٍ، وَلا لِعَجمِی عَلی العَربِی، وَلا لِاَحْمَرَ عَلَی اَسوَدَ وَلا اَسوَدَ عَلی اَحْمَرَ اَلاّ بالتُّقویٰ۔[7]

سن لو: کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور سن لو کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانوں سے تمام قسم کی تفریقات ختم کرنے کے لئے غلام کے بیٹے کو کہیں سپہ سالاری عطا کر دی تو کہیں سیاہ حبشی کو موذن بنا دیا۔ زید بن ثابت کے نکاح میں اپنی پھوپھی زاد بہن دے دی تو ایک مرتبہ یہ بھی فرما دیا اگر بیٹی فاطمہ پر بھی چوری کا الزام ثابت ہو تو ان کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

3.2 مساوات و بھائی چارہ سے انتہاپسندی کا حل

اس بھائی چارے کا مقصد جاہلی عصبیتوں کا خاتمہ اور رنگ و نسل و وطن کے امتیازات کے نشان مٹانا تھا اور تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنا تھا۔ نیز یہ کہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد پہلا سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری تھا۔ جو مواخات مدینہ سے حل ہوا۔ انصار مدینہ نے اپنی آدھی جائداد تک اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دی۔ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مواخات مدینہ ہر طرح کی عصبیت، قربانی، ایثار اور امداد باہمی کے حوالہ سے مشعل راہ ہے۔

3.3 بین المذاہب ہم آہنگی سے انتہاپسندی کا حل

ایک ہی مذہب اور مسلک کے لوگ نہایت آسانی سے ایک جگہ بیٹھ کر نہ صرف گفت و شنید کرسکتے ہیں بلکہ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر بلا تکلف کھاپی بھی سکتے ہیں۔ یوں ان کا کلام و طعام اور ایک دوسرے کو سمجھنا نہایت آسان ہوتا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا، دوسرے مذاہب کے لوگ جن کے خیالات اور عقائد ہی نہ ملتے ہوں، ایسے لوگوں سے باہمی معاہدے کرنا، ان کی بات سن کر برداشت کرنا اور خوشگوار تعلقات رکھنا واقعتاً ایک جہاد ہے۔

دور نبوی ﷺ میں مسجد نبوی میں آنے والے غیر مسلمین کے لئے نہ صرف دستر خوان لگتا بلکہ ان کی سخت ترین باتوں کے جوابات بھی نبی کریم ﷺ نہایت صبر و تحمل سے دیتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہودیوں اور مشرک قبائل سے باہمی امن اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ "میثاق مدینہ" کے نام سے ہوا جو تاریخ میں محفوظ ہے۔ بعد ازاں جزیرہ نما عرب کے بہت سے غیر مسلمین مثال کے طور پر خیبر کے یہودی اور نجران کے عیسائیوں سے باہم معاہدے ہوئے۔ جو دور نبوی ﷺ میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ عہد رسالت ﷺ میں غیر مسلمین سے ریاستی امور میں درج ذیل خدمات لی گئیں اور کوئی قباحت نہ سمجھی گئی۔

- ہجرت کے موقع پر ایک غیر مسلم عبداللہ بن اریقط نے راستہ دکھانے کا فریضہ سرانجام دیا۔
- حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ، اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی رسول اللہ ﷺ کے سفیر رہے۔
- حضور ﷺ نے غیر مسلموں سے علوم و فنون سیکھنے کو غلط نہیں سمجھا۔
- رسول اللہ ﷺ نے سریانی و عبرانی سیکھنے کے لیے حضرت زید بن ثابتؓ کو غیر مسلمین کے مدرسے بھیجا۔
- منجنیق میں مہارت حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام کو یمن بھیجا۔
- کفار مکہ میں جو قیدی جنگ بدر میں ہاتھ آئے تھے ان میں سے بہت سوں نے مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ یہ ان کا فدیہ تھا جس کے بدلے میں ان کو رہا کیا گیا۔

سیرت طیبہ تمام انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان کے لیے انفرادی طور پر اور مسلم حکومتوں کے لیے اس میں سبق موجود ہے۔ لہٰذا سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں بین المذاہب اور بین المسالک امن اتحاد کے لیے کام کرنا چاہئیے۔

3.4 تمام انبیاء کو برابر رتبہ دینے سے انتہا پسندی کا حل

اکثر و بیشتر نفرتیں کسی کی تعظیم و توقیر یا تقید و تنقیص کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام، انبیاء اور پیغمبروں کے متعلق اعتقادی اور تعظیمی مساوات کا درس دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لا نفرق بین احد من رسله۔[8]

ہم اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے۔

قولو آمنا بالله وما انزل الينا وما انزل الیٰ ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم، لا نفرق بین احد منهم، ونحن له مسلمون۔[9]

مسلمانو! کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم انما انا عبدفقولو عبدالله و رسوله۔[10]

تم میری تعریف کرتے ہو جیسے نصاری نے عیسی بن مریم کی تعریف کی ہے، میں ایک بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

3.5 نرم رویہ اور برداشت سے انتہا پسندی کا حل

اسلام ایسے تمام رویوں کی مذمت کرتا ہے جو انتہا پسندی پر مبنی ہوں۔ قرآن کریم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دربار فرعون میں جاتے ہوئے حکم ربانی ہوا۔

فقولا له قولا لینا لعلة یتذکر او یخشیٰ۔[11]

پس اس سے بات کرو، نرم بات، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔

اسلام نے توازن واعتدال کے لیے وسط، وسطیٰ کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور اس کی ہر پہلو سے ترغیب دی ہے، جبکہ انتہا پسندی کے لیے غلو اور عنف وغیرہ کے لفظ بولے ہیں اور ان کی مذمت کی ہے۔ عدل کے قیام کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔[12]

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوں۔

معاشرے میں عدل و اعتدال کو قائم کرنا دین کا بنیادی مقصد ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور چالیس سے زائد آیات میں عدل و انصاف کا حکم موجود ہے، گویا کہ عدل و اعتدال کتاب و سنت میں ہی ہے اور اس کو قائم کرنا انتہا پسندی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نرمی اختیار کرو اور غلو سے بچو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

ان الدین یسر، ولن یشاد الدین احد الا غلبه، فسددوا و قاربو، وابشرو، واستعینو بالغدوة والروحة و شی من الدلجة۔ [13]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

قرآن و حدیث کے مندرجہ بالا احکامات سے علم ہوتا ہے کہ دین اسلام نرمی اور میانہ روی اختیار کرنے کے احکامات دیتا ہے، اور انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی سختی سے نفی کرتا ہے۔ انتہا پسندی خواہ کسی بھی معاشرے میں ہو، ایک غلط رویہ ہے جس کی کسی بھی طرح پذیرائی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیئے۔ خواہ انتہا پسندی کے مرتکب مذہبی طبقات ہوں یا اشتراکیت و سرمایہ داری والے طبقات ہوں، تمام طبقات کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ شریعت میں اس رویہ کی سختی سے نفی کی گئی ہے۔ انتہا پسندی کے خاتمہ کے لیے پوری امت مسلمہ کو کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

3.6 انتہا پسندی کے حل کے لیے دیگر اقدامات

- امن پسند شہریوں کا غلو کرنے والوں سے دور رہنا یہاں تک کہ غلو کرنے والوں کی جیلیں بھی الگ ہونا۔
- نوجوانوں کی دینی، علمی اور فکری اعتبار سے صلاحیتوں کو نکھارنا، ان کی معاشی صورت حال کو بہتر بنانا اور انہیں سنجیدہ، مفید اور نتیجہ خیز کام کی طرف مائل کرنا اور ان کے وقت کو دنیا و آخرت میں نفع بخش اور مفید کاموں میں مشغول کرنا،

مساجد کے کردار، اس میں قرآن کریم کے حفظ کے حلقوں اور بیداری شعور کے دینی مراکز کو موثر بنانا۔ مزید براں انہیں معقول ضابطوں میں ڈھالنااور ان کی کڑی نگرانی کرنااور ان کی نگرانی کرنااور ان کی نگرانی صرف ان حضرات کے سپرد کرناجو دیانت وامانت کے علاوہ کردار، اخلاق، طور طریق اور فکر میں ثابت ہوں۔

- مفید اور بامقصد کھیلوں کو فعال کرنا، سپورٹس کلبوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے مشن کو عام کرنا، نیز سلسلہ وار تعلیمی، تفریحی سیمینارز اور اجتماعات منعقد کرنا۔
- مساجد، مدارس اور ذرائع ابلاغ وغیرہ میں داعیان اور واعظین کی طرف سے خواہشات اور مخالفین کے ساتھ ٹکراؤ پر مبنی وعظ ونصیحت میں جوشیلے اور اشتعال انگیز انداز پر نظر ثانی کی جائے۔ یہ انداز تنگ نظری، تنگ ذہنی، برداشت کی کمی، بصیرت کے فقدان اور ناقص حکمت کا نتیجہ ہے۔
- سوشل میڈیا پر نفرتیں اور انتہا پسندی کی اشاعت کرنے والوں کے خلاف قانون سازی اور عملاً ان لوگوں کے خلاف تادیبی کاروائی کرناجو نفرتیں اور جھوٹ کی اشاعت کررہے ہیں۔
- تعلیمی اداروں میں تعمیری رجحانات کو تشکیل دیاجائے تاکہ جہالت کاخاتمہ ممکن ہوسکے۔

ایسے معاشی اقدامات کیے جائیں جن سے ارتکاز دولت کا خاتمہ ممکن ہو، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے سود کی بجائے صدقات کا نظام قائم کیا تھا۔ زکواۃ وعشر اور صدقات کے ذریعے دولت کا بہاؤ غریب سے امیر کی جانب ہونے کی بجائے امیر سے غریب کی طرف ہوااور بہت جلد دنیاکے حالات اس طرح بدل گئے کہ ڈھونڈنے سے بھی زکواۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

4. خلاصہ بحث

انتہاپسندی ایک ایساغیر لچکدار رویہ ہے جس کے نتیجہ میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو نہ سناجائے، اختلاف رائے کا احترام ختم ہو جائے اور گفتگو وڈائیلاگ کے ذریعے مسائل کا حل ممکن نہ ہو انتہاپسندی یا انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ انتہاپسندی کی وجہ سے یہ دنیا کئی مرتبہ عالمی جنگوں میں مبتلا ہو کر تباہی وبربادی کا شکار ہوئی۔ صرف بیسویں صدی تاحال اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام اور فسطائیت کے علم برداروں کی انتہاپسندی اور جنون کی وجہ سے پوری دنیادو عالمی جنگوں اور بعد ازاں سرد جنگ کا شکار رہی یوں پوری دنیاکاامن وامان تہہ وبالا ہے۔ انتہاپسندی کی چار بڑی اقسام ہیں۔ 1۔ انفرادی انتہاپسندی۔ 2۔ قومی انتہاپسندی۔ 3۔ نظریاتی انتہاپسندی۔ 4۔ مذہبی یا مسلکی انتہاپسندی۔

انتہاپسندی مختلف علاقوں میں مختلف وجوہ کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ عدل وانصاف کے درست نظام کانہ ہونا ہے۔ دیگر وجوہات میں جہالت یا تعلیم کی کمی، معاشرتی عدم استحکام اور استحصال، غربت، بھوک، افلاس اور

یکساں مواقع دستیاب نہ ہونا، بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی نہ ہونا، شکوک وشبہات اور ابہامات کا فروغ، تعمیری سوچ کا فقدان، بچوں اور بڑوں کی تعلیم وتربیت کا فقدان اور بد عنوانی و سماجی ناانصافی ہیں۔

اگر بنظر غور جائزہ لیا جائے تو پوری دنیا سے ہر طرح کی انتہا پسندی کا واحد حل اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نظر آتا ہے، جیسے وحدت نسل انسانی کا تصور، مساوات و بھائی چارہ، بین المذاہب امن اتحاد، تمام انبیاء کو برابر رتبہ دینا، نرم رویہ اور برداشت، غلو کرنے والوں سے دور رہنا، نوجوانوں کی دینی، علمی اور فکری اعتبار سے صلاحیتوں کو نکھارنا، ان کی معاشی صورت حال کو بہتر بنانا اور انہیں سنجیدہ، مفید اور نتیجہ خیز کام کی طرف مائل کرنا اور ان کے وقت کو دنیا و آخرت میں نفع بخش اور مفید کاموں میں مشغول کرنا، مساجد کے کردار، اس میں قرآن کریم کے حفظ کے حلقوں اور بیداری شعور کے دینی مراکز کو موثر بنانا، تعلیمی اداروں میں تعمیری رجحانات کو تشکیل دینا اور ارتکاز دولت کا خاتمہ۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر اس دنیا سے انتہا پسندی کا خاتمہ ممکن ہو جائے تو یہ دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے۔

5. نتائج

ایسا غیر لچکدار رویہ جس کے نتیجہ میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو نہ سنا جائے، اختلاف رائے کا احترام ختم ہو جائے اور گفتگو وڈائیلاگ کے ذریعے مسائل کا حل ممکن نہ ہو انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ انتہا پسندی کی چار بڑی اقسام ہیں۔ 1۔ انفرادی انتہا پسندی۔ 2۔ قومی انتہا پسندی۔ 3۔ نظریاتی انتہا پسندی۔ 4۔ مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی۔

انتہا پسندی مختلف علاقوں میں مختلف وجوہ کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ عدل و انصاف کے درست نظام کا نہ ہونا ہے۔ دیگر وجوہات میں جہالت یا تعلیم کی کمی، معاشرتی عدم استحکام اور استحصال، غربت، بھوک، افلاس اور یکساں مواقع دستیاب نہ ہونا، بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی نہ ہونا، شکوک وشبہات اور ابہامات کا فروغ، تعمیری سوچ کا فقدان، بچوں اور بڑوں کی تعلیم وتربیت کا فقدان اور بد عنوانی و سماجی ناانصافی ہیں۔

اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو پوری دنیا سے ہر طرح کی انتہا پسندی اور شدت پسندی کا واحد حل اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نظر آتا ہے، جیسے وحدت نسل انسانی کا تصور، مساوات و بھائی چارہ، بین المذاہب امن اتحاد، تمام انبیاء کو برابر رتبہ دینا، نرم رویہ اور برداشت، غلو کرنے والوں سے دور رہنا، نوجوانوں کی دینی، علمی اور فکری اعتبار سے صلاحیتوں کو نکھارنا، ان کی معاشی صورت حال کو بہتر بنانا اور انہیں سنجیدہ، مفید اور نتیجہ خیز کام کی طرف مائل کرنا اور ان کے وقت کو دنیا و آخرت میں نفع بخش اور مفید کاموں میں مشغول کرنا، مساجد کے کردار، اس میں قرآن کریم کے حفظ کے حلقوں اور بیداری شعور کے دینی مراکز کو موثر بنانا، تعلیمی اداروں میں تعمیری رجحانات کو تشکیل دینا اور ارتکاز دولت کا خاتمہ۔

6. تجاویز و سفارشات

- پوری دنیا اس حقیقت کو جان چکی ہے اور پہچان چکی ہے کہ اشتراکیت، نظام سرمایہ داری اور فسطائیت جیسے تمام نظریات کی وجہ سے دنیا کا امن و امان تہہ و بالا ہو چکا ہے اور ان شدت پسندانہ نظریات کے باعث آج دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور دیگر مہلک ترین ہتھیار موجود ہیں جس کی وجہ سے آج دنیا تباہی کے کنارے پر ہے۔ ایسے میں اسلامی حکومتوں کو چاہیئے کہ وزارت خارجہ اور ایسے ادارے جن کے اہلکار دوسرے ممالک میں بطور سفیر جاتے ہیں، ان اہلکاروں اور سفیروں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، ان کے لیے خصوصی کورسز کا انعقاد کیا جائے تاکہ وہ سفیر ہونے کے ساتھ ساتھ مبلغ اسلام بھی ہوں۔
- حکومت وقت کو چاہیئے کہ تقریر و تحریر پر خصوصی توجہ دے، اس ضمن میں علماء و خطباء کے تربیتی کورسز، سیمینارز اور پروگرامز کرائے جائیں، ان سے مشاورت کی جائے تاکہ ان کی مشاورت سے تقریر و تحریر میں عدم برداشت اور انتہا پسندی جیسے جذبات نہ ہوں۔ نیز ایسا مستقل فورم تشکیل دیا جائے جو اس حوالہ سے کام جاری رکھے۔
- بین المذاہب اور بین المسالک امن اتحاد کے لیے خاص طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر فروعی اختلافات کو پروان نہ چڑھنے دیا جائے بلکہ جو جس طرح عمل کر رہا ہے، اسے فروعی اختلاف سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ دوسرے کے مذہب و مسلک پر بے جا تنقید سے پرہیز کیا جائے۔ اس ضمن میں ضلعی اور تحصیل کی سطح پر سیمینارز اور تقاریب منعقد ہونی چاہئیں۔

بین المسالک مکالمات کے لیے جید علمائے کرام کی زیر نگرانی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جس کا مقصد انفرادی عصبیت کی بجائے ملی و اجتماعی مفادات کا پرچار ہو اور اس ضمن میں علمائے کرام کی مدد لی جائے۔

حوالہ جات و حواشی

1 القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع الاحکام القرآن، دار الفکر، بیروت، 2009ء، 6/77۔

Al-Qurtubī, Ahmad bin Abī bakr, aljamei liahkam alquran, Dār alfikr, Beruit, 2009, 6/77.

2 القرآن 64:7۔

Al Qurān 7:64

3 القرآن 36:11۔

Al Qurān 11: 36

4 القرآن22:78۔

Al Qurān 22: 78

5 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کتاب الادب، باب فی العصبیۃ، (5121)۔

Abu Daud, Suleman bin Asath, Al sunan, Dār alhizārah lin nashre wa tauxi, Riyadh, 2015,kitab aladab, bab fi alasabiyah, (5121)

6 القرآن13:49۔

Al Qurān 13: 49

7 احمد بن محمد بن حنبل، امام، المسند، کتاب مرویات صحابی، (22395)۔

Ahmad bin Muhammad bin Hambal, Imam, Almusnad, kitab Marwita al sahabi, (22395)

8 القرآن2:285۔

Al Qurān 2: 285

9 القرآن2:136۔

Al Qurān 2: 136

10 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، (3445)۔

Albukhārī, Muhammad bin Ismāel, Aljamei Alsahīh, Dār alhizārah lin nashre wa tauxi, Riyadh, 2015, (3445)

11 القرآن20:44۔

Al Qurān 20: 44

12 القرآن57:25۔

Al Qurān 57: 25

13 البخاری، الجامع الصحیح، (39)

Albukhārī, Muhammad bin Ismāel, Aljamei Alsahīh, (39)